دار الافتاء......

حالاتِ حاضرہ میں اُمّت کی شرعی ذمہ داری

مجیب: مولانا مفتی محمد اکمل قادری رضوی

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اِس بارے میں کہ اسرائیلی فوج نہتے فلسطینی بوڑھوں، بچوں اور خواتین پر حملہ آور ہے، فاس فورس بم گرا رہی ہے اور دیگر کفار علانیہ طور پر ان کی مدد کر رہے ہیں۔ اسرائیلی فلسطینی مسلمانوں کا قتلِ عام کر کے انھیں صفحہ ہستی سے مٹانے کا عزم رکھتے ہیں۔

ان حالات میں امّتِ مسلمہ کی دینی و شرعی ذمہ داری کیا بنتی ہے؟

المستفتی: تقویم الحق، جامعہ مرکز علوم اسلامیہ، لاہور

الجواب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم o قرآنِ کریم اور احادیثِ طیبات نے ظہورِ اسلام سے ہی "یہود" کو اسلام اور مسلمانوں کا بدترین دشمن قرار دیا ہے، اِن کُفّار نے نہ صرف صحابہ کرام علیہم الرضوان پر مَظالم ڈھائے، بلکہ اپنی ناپاک حرکتوں سے امام الانبیا ﷺ کو بھی قتل کرنے کی سازشیں کیں، ایسی بد قسمت قوم عام مسلمانوں کو کہاں چین و سکون کی زندگی گزارنے دے گی!

"یہود و نصارٰی" کے مسلسل مَظالم کی ایک اہم کڑی اور دھوکا دہی ارضِ مقدسہ بیت المقدس پر اسرائیل (یہودیوں) کا ناجائز قبضہ ہے، مسلم ممالک کو عارضی رہائش کا دھوکا دے کر اس ارضِ مقدسہ کو اپنی ملکیت ثابت کرنے کے لیے وہاں کے مسلمانوں پر آئے روز مختلف طریقوں سے ظلم و ستم کرتے رہتے ہیں۔

حالیہ جنگ میں فلسطین کے نہتے و مظلوم مسلمانوں کے خلاف اسرائیلی فوج کا ظالمانہ و وحشیانہ جدید ترین اسلحہ سے زمینی و فضائی بمباری کرنا دنیا کے کسی بھی ذی شعور شخص سے مخفی نہیں۔ صرف نوجوان مسلمان ہی نہیں، بلکہ ماؤں کے دودھ پیتے بچے، بزرگ شہری و خواتین، حتّٰی کہ ہسپتالوں میں موجود مریض بھی خون کی ندیوں میں لت پت ہیں۔ فقط اسرائیلی یہودی ہی نہیں، بلکہ دُنیا بھر کے کفار کی ایٹمی طاقتیں (امریکہ و برطانیہ وغیرہما) اعلانیہ اور بعض چھپ کر یہودیوں کی جدید اسلحہ کے ساتھ بھرپور طریقے سے مدد کر رہے ہیں۔

چنانچہ مسئولہ صورت میں کفار (اسرائیلی یہودیوں) کے خلاف مظلوم فلسطینی مسلمانوں کی مدد کرتے ہوئے عالمِ اسلام پر جہاد کرنا فرض ہو چکا ہے۔ وہ حضرات جنہیں اسلام و مسلمانانِ اسلام کی جان، عزت و اموال وغیرہا کی حفاظت کے لیے مامور کیا گیا ہے اور اصحابِ اقتدار (مسلم حکمرانوں) پر فلسطینی مسلمانوں کی مدد کرنے کے لیے اپنی مملکت کے مسلمانوں کو اسرائیلی یہودیوں کے خلاف جہاد کرنے کا اذنِ عام دینا فرض ہے، اگر ذکر کردہ افراد (مسلح افواج و اصحابِ اقتدار) اپنا فرضِ منصبی ادا نہ کریں تو قرآن و حدیث کی روشنی میں سخت گناہ گار، اسلام و مسلمانانِ اسلام کے خائن، وہن (بزدلی) کے شکار اور اغیار کے مالوں کے مفاد پرست قرار پائیں گے۔

جن مسلمانوں کو جہاد پر قدرت حاصل ہے (اپنے ملک کی سرحد پار کر کے اپنی جان کی حفاظت کرتے ہوئے جدید اسلحہ کے ساتھ فلسطینیوں تک پہنچ سکتے ہوں) اُن پر اپنا فرض ادا کرنا لازم ہوگا۔

یہود و نصاریٰ مسلمانوں کے دشمن ہیں، اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا:

اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہیں میں سے ہے، بے شک اللہ بے انصافوں کو راہ نہیں دیتا۔ اب تم انہیں دیکھو گے جن کے دلوں میں بیماری ہے کہ یہود و نصاریٰ کی طرف دوڑتے ہیں، کہتے ہیں کہ ہم ڈرتے ہیں کہ ہم پر کوئی گردش آ جائے تو قریب ہے کہ اللہ فتح لائے یا اپنی طرف سے کوئی حکم، پھر اس پر جو اپنے دلوں میں چھپایا تھا پچھتاتے رہ جائیں۔ اور ایمان والے کہتے ہیں: کیا یہی ہیں جنہوں نے اللہ کی قسم کھائی تھی اپنے حلُف (عہد) میں پوری کوشش سے کہ وہ تمہارے ساتھ ہیں؟ ان کا کیا دھرا سب اکارت (ضائع) گیا! تو رہ گئے نقصان میں۔ اے ایمان والو! تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے گا تو عن قریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا، مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت اللہ کی راہ میں لڑیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔ (1)

ارشادِ ربّانی ہے: تم پر فرض ہوا خدا کی راہ میں لڑنا اور وہ تمہیں ناگوار ہے اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں بری لگے اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے اور وہ تمہارے حق میں بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ (2)

---

[1] سورۃ المائدۃ: آیت: 51 تا 54

[2] سورۃ البقرۃ: آیت: 216

تفسیر روح المعانی میں مذکورہ آیت کے تحت مرقوم ہے: **كتب عليكم القتال أي قتال الكفار وهو فرض عين إن دخلوا بلادنا، وفرض كفاية إن كانوا ببلادهم.** یعنی کفار سے جہاد فرض ہے اگر وہ ہمارے شہروں میں داخل ہوں (حملہ کریں) اور اگر وہ اپنے ہی شہروں میں ہوں تو فرض کفایہ ہے۔[1]

سیدنا سید مفتی محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں: اگر کافر مسلمانوں کے ملک پر حملہ کر دیں تو جہاد فرض عین ہو جاتا ہے ورنہ فرض کفایہ۔[2]

دوسرے مقام پر فرمانِ خداوندی ہے: اور تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اللہ کے راستے میں نہ لڑو اور کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر (نہ لڑو جو) یہ دعا کر رہے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اس شہر سے نکال دے جس کے باشندے ظالم ہیں اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی حمایتی بنادے اور ہمارے لیے اپنی بارگاہ سے کوئی مددگار بنادے۔[3]

متعدد دیگر آیاتِ کریمہ اور احادیثِ طیبہ میں جہاد کا صریح حکم فرمایا گیا ہے۔

درمختار مع ردالمحتار میں ہے: **(هو فرض كفاية) كل ما فرض لغيره فهو فرض كفاية إذا حصل المقصود بالبعض، وإلا ففرض عين ولعله قدم الكفاية لكثرته (ابتداء) وإن لم يبدءونا (قوله هو فرض كفاية) قال**

---

1 تفسیر روح المعانی، زیرِ آیتِ مذکورہ

2 تفسیر خزائن العرفان، زیرِ آیتِ مذکورہ

3 سورۃ النساء: آیت: 75

فی الدر المنتقی ولیس بتطوع أصلا هو الصحیح۔ جہاد فرضِ کفایہ ہے، اس کا مطلب یہ ہے جسے کوئی بھی ادا کردے، جب کہ دوسرے کی ادائیگی سے مقصود حاصل ہو جائے، وگرنہ ہر ایک پر اس کی ادائیگی فرض ہوتی ہو (تو اسے فرضِ عین کہا جاتا ہے) اور ماتن نے جہاد کے معاملے میں فرض کفایہ کو مقدم کیا کیوں کہ اکثر اسی کی نوبت آتی ہے۔ تو جہاد ابتداءً فرض کفایہ بشرطیکہ اگر کفار پہل نہ کریں۔ مصنف کا قول فرض کفایہ ہے اور "الدر المنتقی" میں فرمایا: جہاد نفل کی حیثیت سے مشروع نہیں ہے اور یہی صحیح قول ہے۔[1]

علامہ ابنِ عابدین شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: جب کافروں کی بہت بڑی تعداد مسلمانوں پر حملہ کردے تو اس کے قریب والے مسلمانوں پر بھی جہاد کرنا فرضِ عین ہو جاتا ہے اور دُور والے مسلمانوں پر محض فرضِ کفایہ ہوتا ہے، یہاں تک کہ دُور والے مسلمانوں کو جنگ میں شرکت نہ کرنے کی بھی اجازت ہوتی ہے، مگر جب حملہ کیے گئے مسلمانوں کو ان کی ضرورت پیش آجائے، بایں طور پر کہ قریب والے مسلمان جہاد کرنے سے عاجز ہوں یا قدرت ہونے کے باوجود دشمنوں کا سامنا کرنے سے سستی کا مظاہرہ کر رہے ہوں تو ایسی صورت میں دُور علاقے والے مسلمانوں کی مدد کی ضرورت ہو تو ان دُور والے مسلمانوں پر نماز کی فرضیت کی طرح حملہ آور کفار کے خلاف جہاد کرنا فرضِ عین ہو جاتا ہے، دُور والوں کو جہاد چھوڑنے کی اجازت نہیں ہوتی یہاں تک

---

[1] در مختار: کتاب الجہاد، ج:٦، ص:٩٧، ٩٦، ١٩٥، المکتبۃ الرشیدیۃ کوئٹہ

ذکر کردہ صورت کی روشنی میں اِن سے دُور والے پھر ان سے دور والے دنیا بھر کے مسلمانوں کے متعلق جہاد کا یہی حکم ہو گا۔(1)

فتاویٰ عالم گیری میں ہے: بعض فقہائے کرام نے فرمایا: کافر دشمنوں کے مسلمانوں پر حملہ کرنے سے پہلے مسلمانوں کو جہاد کرنا نفل (بہتر) ہے اور کافروں کے گروہ در گروہ آنے کے بعد فرضِ عین ہے اور عام علمائے مشائخ نے فرمایا: مسلمانوں پر ہر حال میں جہاد کرنا فرض ہے، کفار کے گروہ در گروہ آنے سے پہلے فرضِ کفایہ اور کافر دشمنوں کا قافلہ آنے کے بعد فرضِ عین ہے اور یہی صحیح قول ہے۔ اور نفیر کا مطلب یہ ہے: شہر والے خبر دے دیں کہ کافر دشمن تمہاری جانوں، تمہارے بچوں اور تمہارے مالوں کو نقصان پہنچانے آرہے ہیں، اس خبر کی بنا پر اس شہر کے قادر مسلمانوں پر جہاد کے لیے نکلنا فرض ہے اور اس خبر سے پہلے انہیں نکلنے کی اجازت ہے پھر دشمنوں کا عام قافلہ آنے کے بعد شرق و غرب کے تمام مسلمانوں پر بھی (یک بارگی کے ساتھ) جہاد کرنا فرضِ عین نہیں ہو گا اگرچہ دشمن مسلمانوں کے علاقہ تک پہنچ جائے بلکہ (شرق وغرب کے مسلمانوں کو) جہاد کے لیے نکلنا فرضِ عین (بالترتیب ہے، اوّلاً) ان مسلمانوں پر فرض ہے جو حملہ کیے گئے مسلمانوں کے علاقے کے قریب ہوں اور جہاد کی طاقت بھی رکھتے ہوں۔

---

[1] رد المحتار، کتاب الجهاد، مطلب فی الفرق بین فرض العین وفرض الکفایة، ج:٦، ص:١٩٨، المکتبة الرشیدیة کوئٹه

اور بہر حال جو مسلمان دشمنوں سے دور علاقوں میں ہوں تو ان پر جہاد کرنا فرضِ کفایہ ہے نہ کہ فرضِ عین، یہاں تک کہ ان مسلمانوں کو جہاد ترک کرنے کی بھی اجازت ہے اور کافر دشمنوں کا آمنا سامنا کرنے سے قریب کے علاقے والے مسلمان عاجز آجائیں تو دور والے مسلمانوں کی حاجت پیش آجائے یا قریب والے جہاد کرنے سے سستی کریں تو پھر ان کے قریب والے پھر ان کے قریب والے پھر ان کے قریب والے یہاں تک درجہ بدرجہ پوری دنیا کے مسلمانوں پر قدرت واختیار کے حساب سے جہاد کرنا فرضِ عین ہوتا ہے۔[1]

شیخ الاسلام والمسلمین سیدنا امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا: جو شخص حفاظتِ اسلام و سلطنتِ اسلام و اماکنِ مقدسہ کی استطاعت رکھتا ہے اور کاہلی سے نہ کرے مرتکب کبیرہ ہے یا کفار کی خوشامد وخوشنودی کے لئے تو مستوجب لعنت ہے یا دل سے ضررِ اسلام پسند کرنے کے سبب تو کافر ہے اور جو استطاعت نہیں رکھتا معذور ہے، شریعت اس کام کا حکم فرماتی ہے جو شرعاً جائز اور عادۃً ممکن اور عقلاً مفید ہو، حرام یا ناممکن یا عبث، افعال حکم شرع نہیں ہوسکتے۔[2]

.....واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب.....

---

[1] فتاوی ہندیہ: کتاب السیر: الباب الاوّل فی تفسیرہ شرعاً الخ، جلد: ۲، صفحہ: ۱۸۸، المکتبۃ الرشیدیۃ

[2] فتاوی رضویہ: ج ۱۴، ص ۴۱۶